باب۔52

خیر خیرات

☆ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّـهَ بِهِ عَلِيمٌ۔

ترجمہ: (لوگو!) تمھیں ہرگز نیکی نہ ملے گی جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز میں سے کچھ خرچ نہ کروگے۔ اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ کو اس کا خوب علم ہے۔(سورۃ آل عمران: آیت92)

☆ وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ۔

ترجمہ: اور تم ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے، پھر اسے کہنا پڑے کہ خدایا تو نے مجھے تھوڑی مہلت نہیں دی کہ خیر خیرات کرلیتا اور نیکوں میں سے ہو جاتا۔(سورۃ المنافقون: آیت10)

صاحبو! انسان کا عقیدہ بھی درست ہونا چاہیے اور ساتھ ہی اس کے اعمال بھی۔ اعمال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک، اپنی ذات سے متعلق ہیں۔ دوسرے، دوسروں سے متعلق ہیں۔ دوسری صورت میں مال صَرف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے علاوہ کسی اور کی طرف التفات مت کرو۔ متوجہ مت ہو۔ یہ توحیدِ اعتقادی ہے۔ اور ایک توحید فی الارادہ فی العمل ہے۔ آدمی اپنی ذات کے متعلق تو لڑ بھڑ کر کچھ کام کر ہی لیتا ہے۔ مگر بڑی دشواری تو اس وقت واقع ہوتی ہے جب دوسروں کے حقوق کا وقت آتا ہے۔ یہ ایک صورت ہے توحید فی الارادہ کی، توحید فی العمل کی۔ مگر مال بڑا جال ہے، بڑا ہی جنجال ہے۔ اس کو چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے۔

دیکھو! مِن مَّارَزَقْنَاکُم پر غور کرو۔ تمھارا ہے کیا؟ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ پھر اللہ کا مال اللہ کے نام پر دینے سے کیوں پیچھے ہٹتے ہو؟ اس سے بڑی غلطی کیا ہو گی کہ دوسرے کے مال کو اپنا مال سمجھیں۔ اور اس

کے حکم پر اس کا مال دینے سے کترائیں۔ تمام عیوب کی جڑ اپنے کو کسی چیز کا مالک سمجھنا ہے۔ بندے کے دونوں ہاتھ خالی ہیں۔ یہ نہ دیتا ہے نہ لیتا ہے۔ دیتا تو خدا ہے۔ لینے کی بھی طاقت کس میں ہے؟ جب ہاتھ میں پکڑنے کی طاقت نہ ہو تو لے گا بھی کیسے؟

موجودہ زمانے میں کیا ہو رہا ہے۔ کوئی زکواۃ نہیں دیتا۔ یتیموں، غریبوں کی خبر گیری نہیں کرتا۔ نہ کافی یتیم خانے ہیں۔ نہ ہی غریب، مفلس اور کثیر العیال لوگوں کی پرورش کا کچھ انتظام ہے۔ اور قانون پر قانون پاس ہو رہا ہے کہ گداگری کا انسداد کیا جائے۔ اول غریبوں کی پرورش کا تو انتظام کرو، پھر گداگری کے انسداد کی تحریک کا خیال کرنا۔ مانگنا بے شک بُرا ہے۔ مگر مستحق کو نہ دینا بہت ہی بُرا ہے۔ ایسی سخت دلی کیوں کر پیدا ہوئی؟ نماز اور دربارِ خداوندی سے غافل ہونے سے، دل میں اللہ کا خیال نہ رہنے سے، اور سزا و جزا کے قائل نہ ہونے سے۔ اے امیرو! اے مالدارو! جب تک جان باقی ہے کچھ کر لو، ثواب کما لو۔ تمھارا دیا اللہ کے پاس امانت ہے۔ نہ دو گے تو تمھارے قرابتدار اس مال کے وارث بن جائیں گے۔ یوں بھی آج کل ایصال ثواب اور کسی مرے ہوئے کو بخشنے سے روکنے کے لیے سینکڑوں مولوی اپنی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس طرح وہ تم کو "مر گیا مردود، فاتحہ نہ درود" بھی بنا دیں گے۔ بہر حال کچھ غریبوں کو بھی دو، دلاؤ، انہیں کھلاؤ۔ دیکھنا! شکاری کتا شکار تو کرتا ہے مگر خود نہیں کھاتا۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ جمع تو تم کرو مگر کھا نہ سکو۔

سورۃ البقرہ آیت 215 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ، لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا صَرف کریں، تم کہو جو کچھ مال تم صَرف کرو اس کے مستحق ماں باپ، قرابتدار، یتیم، مسکین اور مسافر ہیں۔ لیکن خیرات اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جب مستحق کو پہنچے۔ روپیہ پیسہ ہو، روٹی ہو، مستحق کو پہنچے تو سب کچھ ہے۔ اُن مسٹنڈوں کو جو محنت کر کے دس کو پال سکتے ہیں خیرات دینا اس کو ضائع کرنا ہے۔

{ حوالہ تفسیر صدیقی - پارہ 2 صفحہ 74، 75 پارہ 4 صفحہ 1، 2 پارہ 28 صفحہ 65، 66
پارہ 29 صفحہ 42 اور پارہ 30 صفحہ 183، 184 }